OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

تخلیق و فروغِ علم میں معاشرے کے مختلف طبقات کا کردار
Role of different Classes of the Society in creation and development of knowledge

Syeda Shumaila Rubab Rizvi
Institute of Islamic Studies, Shah Abdul Latif University, Khairpur
Dr. Hafiz Muhammad Abrar Awan
Assistant Professor, Department of Urdu Encyclopedia of Islam, Punjab University, Lahore
Dr. Rizwan Younas
Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat

Abstract
It is an irrefutable fact that any system of the world is incomplete without education, no nation can gain respect without education. Knowledge is light, ignorance is darkness. Knowledge is the means through which man can attain the blessing of Allah Almighty. Therefore, we must equip our children with Islamic teachings. Due to knowledge, the feelings of godliness, worship, love, sincerity, sacrifice, service to the people, loyalty and compassion arise in life. This paper argues that prominent people of every class of society have important responsibilities in the creation and promotion of knowledge. If all these people work together to create and flourish knowledge, then a scientific and social revolution can take place in the society.

Key Words: Knowledge, creation, development, different classes, Islamic society

تمہید
تعلیم کی اہمیت اور ضرورت کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ اللہ نے اپنی مخلوق کو علم دینے اور ان میں غلط اور صحیح کی پہچان کروانے کہ لئے اپنے رسول اور انبیاء کرام بھیجے جنہوں نے انسان ذات کو اللہ کی بتائی ہوئی تعلیم و احکام بتائے اور اللہ پاک نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے قرآن پاک کو اپنے رسول ﷺ پر نازل کیا اور رسول اکرم ﷺ نے اپنی پوری زندگی اللہ کی دی

CC BY

ہوئی تعلیمات کو عام کرنے میں وقف کردی۔ خداوند عالم نے اپنے کلام بلاغت کی سورۃ البقرہ، النساء، المائدہ، آل عمران میں اسلامی معاشرے کے خدوخال بیان کئے ہیں اور اس کا خلاصہ سورۃ بنی اسرائیل میں بھی ہے جس کے دور کوع معاشرتی نظام کے بنیادی خدوخال بیان کرتے ہیں۔ سورۃ بنی اسرائیل اگرچہ مکی سورت ہے لیکن آنحضور ﷺ کے قیام مکہ کے آخری دنوں میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ایک ہے جب مدینہ میں مہاجرین اور انصار صحابہؓ کے طفیل ایک مسلم معاشرہ تشکیل پا رہا تھا۔ گویا اب معاشرتی تعلیمات کی ضرورت تھی۔ لہٰذا اس ضرورت کو پورا کرنے کے ہجرت سے متصلاً قبل یہ سورت نازل ہوئی ہے۔ جب معاشرہ کی اصلاح اور سدھار کی فکریں ہوں گی تو پھر اس کے نتیجہ میں افراد بھی پاکیزہ سانچے میں ڈھلیں گے اور نوجوان بھی بے راہ روی سے بچیں گے۔ نبی اکرم ﷺ جس وقت دنیا میں مبعوث ہوئے، وہ دور انسانیت کی تباہی کا نہایت سنگین دور تھا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے فرمایا: "وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا "اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے؛ اللہ تعالی نے تمہیں اس سے نجات عطا فرمائی"۔[1] اسلامی تعلیمات ایک فرد کو مکمل اور مثالی بنا سکتی ہے، اگرچہ کمال کا سب سے اونچا درجہ کبھی بھی قابل تسخیر نہیں رہا ہے، کیونکہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات ہی کامل او رمکمل ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے تعلیم محض حصول معلومات کا نام نہیں، بلکہ عملی تربیت بھی اس کا لازمی جزو ہے۔ اسلام ایسا نظام تعلیم و تربیت قائم کرنا چاہتا ہے جو نہ صرف طالب علم کو دین اور دنیا کے بارے میں صحیح علم دے بلکہ اس صحیح علم کے مطابق اس کی شخصیت کی تعمیر بھی کرے۔ یہ بات اس وقت بھی نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے جب ہم اسلامی نظام تعلیم کے اہداف و مقاصد پر غور کرتے ہیں۔ اسلامی نظام تعلیم کا بنیادی ہدف ہی یہ ہے کہ وہ ایک ایسا مسلمان تیار کرنا چاہتا ہے، جو اپنے مقصد حیات سے آگاہ ہو، زندگی اللہ کے احکام کے مطابق گزارے اور آخرت میں حصول رضائے الٰہی اس کا پہلا اور آخری مقصد ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ دنیا میں ایک فعال، متحرک اور باعزم زندگی گزارے۔ ایسی شخصیت کی تعمیر اسی وقت ممکن ہے جب تعلیم کے مفہوم میں حصول علم ہی نہیں، بلکہ کردار سازی پر مبنی تربیت اور تخلیقی تحقیق بھی شامل ہو۔ لیکن افسوس کہ ہمارے تعلیمی اداروں میں معلومات تو دے دی جاتی ہیں، مگر ایک مسلمان اور کارآمد بندہ تیار نہیں ہو پاتا ہے۔ بس یہ وہ مقام ہے جہاں سے خواص کی ذمے داری کا آغاز ہوتا ہے کہ وہ ایک طالب علم کو ناصرف مثبت منزل سے روشناس کروائیں بلکہ اس طالب علم کے ذریعے مذید اس کڑی کو زنجیر کی شکل دیتے ہوئے معاشرے میں سرعت تولید تعلیم کا حصہ بنائیں تاکہ تعلیم حاصل کرنے والا ہر طالب علم معلومات کے حصول کے ساتھ ساتھ اسلامی معاشرے کا ایک کامل مسلمان اور کارآمد فرد بھی بن جائے، اور وحی الٰہی کے فکری سرچشمے سے حاصل شدہ توحید، رسالت، آخرت، خلافت، اخوت، حریت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے اساسی تصورات سے متصف ہوا اور دوسرے طلب علموں کے لئے خواص کا کردار ادا کرتے ہوئے سرعت تولید تعلیم کا باعث بنے۔ قرآن مجید اللہ کی جانب سے انسانوں کے لئے بھیجا ہوا آخری ہدایت نامہ ہے۔ قرآن کی بھی بنیادی تعلیم یہی ہے۔ پچھلی انبیائی تعلیمات اور حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ ملی ہدایت میں فرق یہ ہے کہ سابق میں علم وعقیدہ کا محور اُس دور تک اور جس قوم کی طرف نبی مبعوث کئے گئے اس قوم تک محدود تھا۔ حضرت محمد کا پیغام سارے عالم کے لئے اور تا بہ قیامت ہے اور اس کی تعلیمات کو سرعت کے ساتھ پھیلانے میں آئمہ علیہم اسلام وصحابہ کرام رضی اللہ عنہانے اس دور کے خواص کا کردار ادا کیا اگر وہ عظیم ہستیاں اپنی ذمے داریاں نا نبھاتے تو اسلامی تعلیمات بھی سرعت تولید سے محروم رہ جاتیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات بلخصوص قرآن کریم کو نہ صرف جامع و مکمل بنایا گیا بلکہ ہر قسم کی تحریف سے بھی محفوظ رکھا گیا۔ یہ قرآن کا ہی اعجاز ہے کہ ۱۴ صدیاں گزر گئیں لیکن اس کا لفظ لفظ محفوظ ہے۔ دنیا کی کوئی قوم اتنی خوش قسمت نہیں کہ اس کے پاس ایسی کتاب موجود ہو اور کوئی قوم اتنی بدنصیب بھی نہیں کہ جو ایسی عظیم کتاب کی ناقدری کی مرتکب ہو۔ "قرآن مجید کی ناقدری" کا

الزام معمولی نہیں جسے نظر انداز کر دیا جائے۔ یہ دیکھنا ہو گا کہ آخر وہ کیا ناقدری ہے جو امت مسلمہ اس نسخہ کیمیا کے ساتھ روا رکھے ہوئے ہے۔ اگر چہ یہ کتاب دلوں کی شفاء' تعمیرِ سماج کی بنیاد' قوموں کا افتخار اور جہاں گیری کا مسلمہ و آزمودہ اصول ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس دین سے نوازا گیا، اس کی ابتدا ہی تعلیم ہے۔ مسلمانوں میں دینی و دنیاوی تعلیم کے اہتمام کا سلسلہ عہد نبوی میں ہی شروع ہو چکا تھا۔ درسگاہ مسجد قباء، مسجد نبوی اور اصحاب صفہ میں تعلیم و تربیت کی مصروفیات اس کے واضح ثبوت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے-"[2] یہ فرما کر رسول خدا ﷺ نے تولید تعلیم کا سبب بننے والے ہر شخص کو رہتی دنیا تک عزت و توقیر کے اعلیٰ منصب پر فائز کرتے ہوئے خواص کی فہرست میں شامل کر دیا ہے۔ اللہ عزوجل کی بارگاہ اقدس میں علم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگا سکتے ہیں کے اللہ عزوجل نے اپنے محبوب ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے ہم سب کو یہ دعا مانگنے کا حکم ارشاد فرمایا ”وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا" "اور عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے۔"[3] قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ علم کی اپنی بارگاہِ اقدس میں فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: یَرْفَعِ اللّٰه الَّذِینَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ وَاللّٰه بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيْرٌ[4] ”اللہ عزوجل تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا اور اللہ عزوجل کو تمہارے کاموں کی خبر ہے-“

سرعت تولید تعلیم میں خواص کی ذمہ داری جانے سے پہلے ہمارا یہ جان لینا بہت ضروری ہے کہ آخر خواص ہیں کون؟ تو قارئین کرام معاشرے میں موجود ہر وہ شخص جو عقل و فہم رکھتا ہے سرعت تولید تعلیم کے سلسلے میں خواص کا کردار نبھا سکتا ہے لازمی نہیں وہ کسی بڑی اونچی اقتدار کی کرسی پر بیٹھا ہو، کوئی بڑا عہدیدار ہو، کسی سیاسی و مذہبی پارٹی کا نمائندہ ہو، بہت قد آور عالم، مفتی، مولانا یا پھر استاد ہو، کوئی قابل ترین شاگرد ہو۔ ہمارے اذہان میں خواص سے مراد صرف وہ ہی ہستی آتی جو کوئی اونچا یا طاقتور معاشی و سماجی مقام رکھتا ہو۔ اگر ہم خواص کی ایک فہرست تیار کریں تو سب سے پہلا معلم و مدرسہ ہماری ماں کی گود ہے۔ پھر خاندان کر دیگر افراد ہیں جن میں باپ، بھائی، بہن، دادی، نانی، عزیز و اقارب وغیرہ شامل ہیں، اسکے بعد ہمارے پڑوسی، محلے دار، پھر کہیں جا کر استاد کی باری آتی ہے اور ہم ہیں کہ علم حاصل کرنے اور پھیلانے کا واحد ذریعہ استاد کو ہی مانتے ہیں اور اس کے بعد آتے ہیں علماء کرام جن سے ہم کم ہی استفادہ حاصل کرتے ہیں اور سب سے آخر میں آتے ہیں وہ افراد جو سیاسی، سماجی اور حکومتی طور پر تولید تعلیم میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں اور ہم ہیں ان آخری والے افراد کو ہی خواص کا درجہ دیتے ہوئے اپنی ذمے داریوں سے بری ذمہ ہو جاتے ہیں اس بات کو مزید واضح کرنے کے لئے دور نبوی کا ایک واقع رقم ہے حضرت عوف بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ ﷺ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا: ”ایک وقت ایسا آئے گا کہ علم اٹھ جائے گا“ اس پر ایک انصاری بول اٹھے ”علم کیسے اٹھ سکتا ہے جب کہ کتاب اللہ ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے اور ہم اپنے بچوں اور عورتوں تک کو اس کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”میں تو تجھے مدینے کے داناؤں میں خیال کرتا تھا“ پھر آپ ﷺ نے اہل کتاب کا ذکر فرمایا جو کتاب اللہ کی موجودگی میں گمراہ ہو گئے“۔[5] اس روایت کو جب سے میں نے پڑھا ہے اس نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ اس روایت میں ہمارے احوال کی پوری عکاسی کی گئی ہے۔ جو حال کتاب اللہ کی موجودگی میں اہل کتاب کا تھا تقریباً وہی حال قرآن کی موجودگی میں ہمارا ہے اور جس غلط فہمی کا شکار انصاری تھے اسی غلط فہمی کا شکار آج تمام مسلمان ہیں کہ چند ایک افراد صرف قرآن کی رسمی تعلیم بلکہ صرف ناظرہ قرآن سیکھنے اور سکھانے پر قانع و مطمئن ہیں یہ کہاں سرعت تولید تعلیم کی جانب توجہ کریں گے اور وہ بھی اسلامی تعلیمات ان کو مقصد نزول قرآن و ہدایت کے حصول کا خیال تک نہیں آتا۔ قرآن کے سانچے میں اپنے آپ کو اور نئی نسل کو ڈھالنا تو دور کی بات ہے اور سرعت تولید تعلیم تو دیوانے کا خواب لگتا ہے۔ کیونکہ خود ناظرہ قرآن سیکھنے سکھانے کی کوششیں بھی انتہائی ناگفتہ

بہ ہیں۔ محتاط اندازے کے مطابق مدراس و مکاتب (خواہ وہ کل وقتی ہوں یا جز وقتی) کے ذریعہ صرف ۲۰ یا ۲۵ فیصد بچے ہی سیکھ سکھا رہے ہیں بقیہ سرکاری اداروں اور پرائیوٹ اداروں میں تعلیم پانے والے ۷۵ فیصد بچے قرآن کی تعلیم سے نابلد ہیں۔ ایسے میں ضرورت ہے کہ ہر ایک فرد خود کو خواص شمار کرتے ہوئے معاشرے کہ ہر ہر فرد کے لئے قرآن واسلامی تعلیمات کا جامع منصوبہ بنایا جائے اور ایسی تحریک چلائی جائے کہ ہر ایک اسلامی تعلیمات سے روشناس ہو سکے نا صرف خود سیکھ اور سکھا سکے بلکہ اپنے آپ کو، اپنی آل واولاد کو اور معاشرے کو اسلامی و قرآنی تعلیمات کے رنگ میں رنگ سکے۔ کیونکہ اسلامی تعلیمات کی اصل اساس و بنیاد قرآن فہمی ہی ہے۔ دور حاضر کا سب سے بڑا علمیہ یہ ہی ہے کہ ہم الزام تراشی اور گلے شکوے ہی کرتے رہتے ہیں کہ خواص اپنی ذمے داریاں پوری نہیں کرتے تعلیم کو عام کرنے میں معاون و سہولت کار نہیں بنتے آخر ہم کسی خواص کے انتظار میں کیوں بیٹھے ہیں؟ ہم خود خواص کیوں نہیں بن جاتے؟ ہم نے جو خواص کی فہرست بنالی ہے ان میں لازمی ہے کہ خواص وہ ہی ہستی ہو سکتی ہے جس کے پاس قوت و اقتدار ہو وہ کسی بڑے درجے پر ہو یا بہت نامور ہو۔ جب تک ہم اپنے ذہنوں سے خواص کی تعریف بدل یا مٹا نہیں دیتے اور ہم خود خواص نہیں بن جاتے تو ہم آسرے و انتظار میں ہی رہیں گے ترقی پزیر سے ترقی یافتہ کی فہرست میں مشکل ہی سے داخل ہو پائیں گے کیونکہ خداوند عالم نے بنی اسرائیل کے لئے من وسلویٰ اتارا ضرور تھا مگر ان کے منہ میں نہیں ڈالا تھا کھانا انہیں خود ہی پڑا تھا۔ اس بات کا ذکر خود خداوند عالم نے اپنے کلام بلاغت کی سورہ رعد کی گیارویں آیت میں فرمایاہے۔"اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَہٗ ۚ وَمَا لَہُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّالٍ""بیشک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا؛ جب تک وہ خود اپنے آپ کو نہ بدل ڈالے اور جب اللہ کسی قوم کو برے دن دکھانے کا ارادہ فرماتا ہے تو پھر اُسے کوئی ٹال نہیں سکتا اور اللہ کے سوا ایسوں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہو سکتا۔"[6] اسی آیت کے تناظر میں ایک شعر ہے یہ شعر قرآن حکیم کی آیت کے ترجمے سے اخذ کیا ہے اور یہ منظوم تخلیقی ترجمہ مولانا ظفر علی خان نے کیا ہے۔ یہ شعر 1937ء میں شائع ہونے والی مولانا ظفر علی خان کی کتاب "بہارستان" میں شامل ہے اور یہ شعر مولانا کہ اخبار "زمیندار" کی شہ سرخی ہوا کرتا تھا۔ "خدانے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی- نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا" ان تمام باتوں کا خلاصہ کیا جائے تو دراصل خواص معاشرے کا ایک ایک فرد ہے اور بحیثیت خواص سرعت تولید تعلیم میں ہمارا اتنا ہی حصہ اور ذمہ داری ہے جو ہم کسی عہدیدار و با اختیار ہستی سے توقع کرتے ہیں۔ ہماری تاریخ جو انسانی تہذیب کی تشکیل اور ارتقا کی عظیم داستانوں سے معمور ہے اُس میں ایک ایک فرد خواص کی حیثیت پر مامور تھا اس تاریخ پر ہمیں نا صرف فخر کرنا چاہیئے بلکہ اس سے سبق و تجربہ لے کر اپنے مستقبل کی تعمیر کا چیلنج قبول کرنا چاہیے اور اپنے معاشرے میں سرعت تولید تعلیم میں ریڑھ کی ہڈی کا کردار ادا کرنا چاہیئے۔ ے فطرت بشری سے مطابقت کی بنا پر اسلام نے بھی علم حاصل کرنے کی حوصلہ افزائی کی ہے اس کے ابتدائی آثار ہمیں اسلام کے عہد مبارک میں ملتے ہیں چنانچہ غزوہ بدر کے قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیہ کی رقم مقرر کی گئی تھی ان میں سے جو نادار تھے وہ بلا معاوضہ ہی چھوڑ دیئے گئے لیکن جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے انہیں حکم ہوا کہ دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو چھوڑ دیئے جائیں گے۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ نے جو کاتب وحی تھے اسی طرح لکھنا سیکھا تھا اسی بات سے ہم اندازہ لگا سکتے ہے کہ سرعت تولید تعلیم کی کیا اہمیت ہے اور ان کا حصول کتنا ضروری ہے اور سرعت تولید تعلیم کے سلسلے میں رسول اکرم ﷺ نے قیدیوں تک کو خواص کی حیثیت عطاء فرمادی۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی نرالے اور پیارے سرعت تولید تعلیمات کے اقدامات کے ذریعہ انسانوں کو تباہی کے دلدل سے نکالا اور قعرِ مذمت سے نکال اوج ثریا پر پہنچایا اور دنیا کے سامنے ایک ایسا پاکیزہ اور پیارا معاشرہ پیش فرمایا جس کی نظیر قیامت تک نہیں پیش کی جا سکتی اور اس معاشرہ کے افراد کو قیامت تک آنے والی انسانیت کے لئے ایک نمونہ بنا دیا، کہ جن کے طریقوں پر

چل کر لوگ راہِ ہدایت پاسکتے ہیں اور صلاح وفلاح سے ہم کنار ہوسکتے ہیں وہ خواص تولید تعلیم آئمہ علیہم السلام وصحابہ کرام کا پیارا معاشرہ تھا۔ اور پھر اس امت کی یہ ذمہ داری بتائی کہ:"كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُوْنَ"(مسلمانو!) تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لئے وجود میں لائی گئی ہے۔ تم نیکی کی تلقین کرتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔[7] " یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ کسی بھی معاشرے، یا تہذیب وتمدن کی ترقی صحیح اور اچھی تربیت کے مرہون منت ہے اور یہ تربیت اسلامی تعلیمات کے سرعت تولید کے باعث ہی عام ہوگی۔ جو قومیں تربیت میں پیچھے ہیں وہ تعمیر وترقی میں بھی پیچھے ہیں۔ اس لئے ماہرین تربیت کہتے ہیں کہ تربیت کی جڑیں کڑوی ہیں لیکن اس کا پھل بہت میٹھا ہے اسی لئے سرعت تولید تعلیمات اسلامی کے لئے ہر شخص کو خواص کا کردار نبھانا ہوگا۔

تخلیق وفروغ علم میں مختلف طبقات کی ذمہ داری

اگر ہم ملک چین کی مثال لیں تو یہ وہ قوم تھی جو افیچی قوم کے نام سے جانی جاتی تھی اور آج دنیا کی بڑی سپر پاور بنی کھڑی ہے آخر کیسے؟ تو جواب یہ ہے کہ اس قوم نے ایک اصول بنالیا "Half study half work" چائنا کا تعلیمی ریشو سو فیصد ہے جو قوم افیم کے نشے میں غرق تھی۔ اور وہ قوم جس کے لئے سردار انبیاء، معلم اعظم ﷺ بھیجے گئے وہ ہی علم وعمل سے دور ہے آخر اس کا سبب کیا ہے؟ سبب یہ ہے کہ ہم نے ہر کام کے لئے الگ الگ افراد کو خواص کا درجہ دے دیا ہے کہ فقط وہ ہی اس کام کو انجام دے سکتے ہیں جیسے کہ تعلیمی سلسلے کی بات کرلیں تو فقط معلم، عالم وطالب علم جیسے الفاظ ہی سننے کو ملتے ہیں جبکہ جس مذہب کی تعلیمات میں حصول علم، تولید تعلیم فرض ہوں وہاں انتظار کیسا؟ یہ ذمہ داری صرف بے علم لوگوں کی نہیں ہے کہ وہ اہل علم سے رابطہ کریں اور ان سے تعلیم حاصل کرنے کی کوشش کریں بلکہ اہل علم کی بھی اسی طرح یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اردگرد ماحول پر نظر رکھیں، اور دین، علم اور دانش تینوں حوالوں سے جو کمی محسوس کریں اسے پورا کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔ آپ معلم وعالم دین کی سند اور مقام حاصل کرنے کے بعد جہاں بھی جائیں اور جس حوالہ سے بھی اپنی عملی زندگی کا آغاز کریں، وہاں کے ماحول میں آپ کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ ماحول اور سوسائٹی میں چاروں طرف نظر دوڑائیں اور علم ودانش کا جو خلا پر کرنے میں آپ کوئی کردار ادا کرسکتے ہیں اس میں کوتاہی نہ کریں اور سرعت تولید اسلامی تعلیمات کے لئے خواص بن جائیں علم کی شمع جلائیں اور اس کی روشنی چار سو پھیلائیں۔ اسلامی معاشرے میں سرعت تولید تعلیم کے لئے جو خواص کا نقشہ آپ نے بنا رکھا ہے اس کو بدل کر خود خواص بن کر اپنی ذمے داری پوری کریں۔ تعلیم ہر انسان چاہے امیر ہو یا غریب تعلیم سب سے ضروری اور بنیادی حق ہے جو کوئی کسی سے چھین نہیں سکتا۔ انسان اور حیوان میں فرق تعلیم اور علم ہی کی بدولت سے ہے۔ آج خواص کے تعارف ساتھ ان کی ذمے داریاں بھی پہچانیے کی سعی کرتے ہیں۔

ماں کی ذمہ داریاں

بحیثیت خواص ماں کی ذمے داریاں بہت مہم ہیں کیونکہ پہلی درس گاہ ماں کی گود ہی ہے اگر ماں تعلیم یافتہ با اخلاق اور باشعور ہوگی تو اپنی آنے والی نسلوں کو اس قابل بنا سکے گی کہ وہ ایک تعلیم یافتہ اور با اخلاق معاشرہ بنا سکیں۔ خداوند عالم نے ماں کے کندھوں پر بہت ساری ذمہ داریاں رکھی ہیں۔ ماں کو اپنی اولاد کے اندر تربیت کے ذریعے ایسی فکر پیدا کرنا چاہیے تاکہ وہ اچھے برے میں تمیز پیدا کرسکے اور وہ دنیا کے نئے نت چیلنجوں کا مقابلہ کرسکیں۔ یہ بات واضح رہے کہ اولاد ماں کا لگایا ہوا پودا ہوتا ہے اور اس کی حفاظت اور پرورش کرنا، دنیا کے سرد وگرم سے بچانا اور اس کو بلندیوں تک پہنچانا ماں کی ذمے داریوں میں شامل ہے۔ ہم نے کاغذ کی ایک ڈگری کو تعلیم سمجھ رکھا ہے اسی لئے سرعت تولید تعلیمات اسلامی کے سلسلے میں ہماری خواص کی فہرست ہی جدا ہے

جبکہ اسلامی نقطہ نظر سے حصول علم کا مقصد خود آگہی اور خدا آگہی ہے۔ ہمیشہ یہ نظریہ ماں کے ذہن میں پیوست رہے۔ ماں کی ہر بات و حرکت بچے پر اثر انداز ہوتی ہے ماں کا خوش اخلاق، نرم خو، خوش گفتار، ملنسار، ہمدرد، رحمدل، غمگسار و مونس، صبر و تحمل، معاملہ فہمی، قوت فیصلہ، بچے سے فکری لگاؤ اور مددگار ہونا بہت ضروری ہے۔ بچے صرف ماں سے عادت و اخلاق ہی نہیں سیکھتے ہیں بلکہ ماں کی ذات اور شخصیت کا بھی مطالعہ کرتے ہیں۔ ماں مدرسہ، کھیل کا میدان، گھر اور بازار ہر جگہ بچے کے لئے ایک زندہ نمونہ ہوتی ہے۔ ایک عظیم ماں اپنے بچے کی شخصیت کو نہ صرف نکھارتی ہے بلکہ اپنے بچے کی شخصیت کے ذریعہ معاشرے کو بہترین انسان فراہم کرتی ہے۔ بچے کی کردار سازی اور شخصیت کے ارتقاء میں ماں کا بڑا دخل ہے۔ اپنے بچوں کے دلوں سے کدورتوں، آلودگیوں اور تمام آلائشوں کو دور کرتے ہوئے ان کو ایمان، خوف خدا، اتباع سنت اور آخرت کی جواب دہی کے احساس سے معمور کرتی ہے بچے کی کرداری سازی کے لئے خود بھی تقویٰ و پرہیز گاری کو اختیار کرتی اور اپنے بچوں کو بھی اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتی ہے۔ ایک اچھی ماں اپنے بچوں میں مقصد سے لگن و دلچسپی پیدا کرتی ہے ان کو بیکار مشاغل سے دور رکھتی ہے۔ دنیا سے بے نیازی اور مادہ پرستی سے اجتناب کی تلقین کرتی ہے۔ اپنے بچوں کو محنت اور جستجو کا عادی بناتی ہے۔ کاہلی، سستی اور تضیع اوقات سے بچوں کو باز رکھتی ہے اور معاشرے میں سرعت تولید اسلامی تعلیم کا باعث بنتی ہے کیونکہ یہ بچے اپنی ماں کی تربیت اپنے دوست، ہم جماعت یا س پڑوس اور معاشرے میں سرعت سے پھیلاتے ہیں۔

عزیز و اقارب کی ذمہ داریاں

قرآن کریم میں اس امت کو "خیرِ امت" کے لقب سے نوازنے کی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ یہ لوگوں کو نیکی کی تلقین کرنے والی وبرائی سے روکنے والی ہے۔ (آل عمران:110) آج ہمارے معاشرہ میں جو فساد پھیلا ہوا ہے، اس کی بنیادی وجہ ہے کہ خاندان کے وہ سربراہ جو خاندان کے سیاہ وسفید کے مالک ہیں وہ جب خاندان کے افراد کو کسی گناہ میں مبتلا دیکھتے ہیں تو ان کو روکنے اور ٹوکنے کے بجائے وہ بھی ان کے ساتھ اس گناہ میں شریک ہوجاتے ہیں بحیثیت خواص عزیز و اقارب کی ذمے داریاں یہ ہی ہیں کے وہ معاشرے میں برائیوں کو چار دیواری میں ہی ختم کردیں اور اس کو ناسور بننے ہی نا دیں۔ "نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے لوگوں روکنا اس درجہ اہمیت رکھنے والا عمل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ! تمہیں نیکی کا حکم کرنا ہوگا، اور برائی سے روکنا ہوگا، ورنہ کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالی تم پر کوئی عذاب نازل فرمائیں، پھر تم اللہ سے اس عذاب کے ٹلنے کی دعائیں بھی کروگے تو قبول نہ ہوں گی"۔[8] اسلامی تعلیمات کا اولین مقصد ہمیشہ انسان کی ذہنی، جسمانی او روحانی نشو نما کرنا ہے اسلامی تعلیمات کے حصول کے لئے صرف قابل اساتذہ ہی نہیں بلکہ ایک بہترین گھرانہ، عزیز و اقارب بھی بے حد ضروری ہیں جو بچوں کو اسلامی تعلیمات کے حصول میں خواص بن کر مدد فراہم کرتے ہیں۔ ایک بہترین گھرانہ، عزیز و اقارب ہی بچوں کی خفیہ صلاحیتوں کو بیدار کرتے ہے اور انہیں شعور و ادراک، علم و آگہی نیز فکر و نظر کی دولت سے مالا مال کرتے ہیں جن افراد خانہ نے اپنی اس ذمہ داری کو بہتر طریقے سے پورا کیا ان کے بچے آخری سانس تک ان کے احسان مند رہتے ہیں معاشرے کے لئے بہترین ثابت ہوتے ہیں اس تناظر میں اگر آج کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو محسوس ہوگا کہ پیشہ تدریس کو آلودہ کردیا گیا ہے محکمہ تعلیمات اور اسکول انتظامیہ اور معاشرہ بھی ان چار کتابوں پر قانع ہوگیا ہے کل تک حصول علم کا مقصد تعمیر انسانی تھا آج نمبرات اور مارک شیٹ پر ہے آج کی تعلیم صرف اس لیئے حاصل کی جاتی ہے تا کہ اچھی نوکری مل سکے یہ بات کتنی حد تک سچ ہے اسکا اندازہ آج کل کی تعلیمی ماحول سے لگایا جاسکتا ہے جیسے بچوں کا صرف امتحان میں پاس ہونے کی حد تک اسباق کا رٹنا ہے بد قسمتی اس بات کی بھی ہے کچھ ایسے عناصر بھی تعلیم کے دشمن ہوئے ہیں جو اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے ہمارے تعلیمی نظام کے درمیان ایسی کشمکش کا آغاز کرر کھا ہے جس نے رسوائی کے علاوہ شاید ہی کچھ عنایت کیا ہو۔

بحیثیت خواص عزیز و اقارب کی ذمے داریوں کا سب سے اہم جز بچوں کو یہ ذہن نشین کروانا ہے کہ جس طرح بیرونی دنیا کے لوگ تعلیم کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اسطرح مسلمان بھی کبھی جدید تعلیم سے دور نہیں رہے بلکہ جدید زمانے کے جتنے بھی علوم ہیں زیادہ تر کے بانی مسلمان ہی ہیں اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے تعلیم و تربیت میں معراج پا کر دین و دنیا میں سربلندی اور ترقی حاصل کی لیکن جب بھی مسلمان علم اور تعلیم سے دور ہوئے وہ غلام بنا لیئے گئے یا پھر جب بھی انہوں نے تعلیم کے مواقعوں سے خود کو محروم کیا وہ بحیثیت قوم اپنی شناخت کھو بیٹھے آج پاکستان و افغانستان میں تعلیمی ادارے دہشت گردی کے نشانہ پر ہے دشمن طاقتیں تعلیم کی طرف سے بدگمان کر کے اسلامی ممالک کو کمزور کرنے کے درپہ ہیں۔ اس صورت حال میں سرعت تولید اسلامی تعلیمات میں ایک بہترین گھرانہ، عزیز و اقارب ہی ایک سچا با کردار مسلمان، محب وطن اور اسلامی تعلیمات کو عملی شکل اختیار کر کے معاشرے میں پیش کرنے والا فرد دے سکتے ہیں جس کی تربیت میں رشتوں کا تقدس و احترام موجود ہو ایسا فرد چلتا پھرتا سرعت تولید تعلیم کا نمونہ ہو گا کیونکہ ہر بات ہم کتاب سے نہیں سیکھ سکتے کچھ کے لئے عملی مظاہرے کرنے پڑتے ہیں جیسا کہ جوانان جنت حسنین کریمین نے مسجد نبوی میں صحابی رسول کے وضو کی درستگی کے لیے کیا۔

دوست احباب کا کردار

بحیثیت خواص دوست احباب کی ذمے داریاں بہت سخت ہیں کیونکہ نئی نسل کی تعمیر کا کام انجام دینے والے دوست واحباب کے لیے سب سے پہلے اپنی ذات کی تعمیر ضروری ہوتی ہے۔ دوست کے لیے دوست کی ذات افکار و اقدار کا اعلیٰ معیار ہوتی ہے سرعت تولید اسلامی تعلیمات کے سلسلے میں بحیثیت خواص دوست احباب اپنی شخصیت کی تعمیر میں نبی اکرم ﷺ کی ذات کو پیش نظر رکھیں اور آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کریں۔ ایک انسان کا قلب جب رب کی عظمت و کبریائی سے معمور ہو گا وہ احکام خداوندی کا پابند اور سنت نبوی ﷺ پر عامل ہو گا تب اس کا عمل دوستوں اور معاشرے کے لئے باران رحمت اور زندگی کی نوید بن جائے گا۔ حصول علم دین میں خود غرضی اور مادیت پرستی، دنیوی اغراض و مقاصد کی تکمیل، ریا و نمود، شہرت طلبی و ناموری در آئی ہے۔ مادیت پرستی اور مال و دولت کی حرص و لالچ نے طالبان علوم نبوت کی آنکھوں کو اس درجہ اندھا کر دیا کہ جائز اور ناجائز کی تمیز کیے بغیر آغاز تعلیم میں ہی ہاتھ پیر مارنا شروع کر دیتے ہیں، حلال و حرام کی تفریق کیے بغیر دین بیزاری کا ثبوت دیتے ہوئے اپنا مطمح نظر حصول علم دین نہیں بلکہ حصول مال و دولت بنا لیتے ہیں۔ تف ہے ایسی ثروت و بضاعت پر۔ طلبہ وہ ہے جن سے قوم و ملت، معاشرے اور دیگر افراد کی امیدیں وابستہ ہوتی ہیں۔ اللہ تعالی کے خاص احسانات اور انعامات ہیں طلبہ پر کہ بے شمار اور متعدد لوگوں میں سے دین اسلام کی خدمت کے لیے انہیں منتخب کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ، وَاللهُ يُعْطِي، وَلَنْ تَزَالَ هٰذِهِ الْأُمَّةُ قَائِمَةً عَلَى أَمْرِ اللهِ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ" جس کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سوجھ بوجھ عطا کرتا ہے، اور میں تو تقسیم کرتا ہوں اور اللہ مجھے نوازتا ہے، اور برابر یہ امت اللہ کے حکم پر ثابت قدم رہے گی، اور ان کی مخالفت کرنے والے انہیں نقصان نہیں پہونچا سکیں گے تا اینکہ قیامت نہ قائم ہو جائے"۔[9] بحیثیت خواص دوست احباب کے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ طلبہ کی نفسیات کا شعور رکھتے ہوں اور عملی زندگی میں اس سے فائدہ اٹھاتے ہوں، طالب علم کے ساتھ اہانت آمیز سلوک کرنا اور اس کی تذلیل کے درپے ہونا نہایت بری بات ہے اور کسی بھی طرح بحیثیت خواص دوست احباب کے شایان شان نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا معمولِ مبارک تھا کہ اگر کسی کی غلطی پر ٹوکنا ہوتا تو تنہائی میں توجہ دلاتے اور اگر متعدد افراد کو اس غلطی میں مبتلا دیکھتے تو مجمع عام میں کسی کا نام لیے بغیر مبہم انداز میں توجہ دلاتے، چوں کہ مقصد اصلاح ہے نہ کہ انتقام۔ اگر مندرجہ بالا نکات پر غور فرمائیں تو ایک بہترین وفادار اور سچا دوست کبھی بھی ایسا نہیں چاہے گا کہ اسکا دوست دینی

و دنیاوی حساب سے کسی بھی طرح پیچھے ایک وفادار دوست حضرت حبیب ابن مظاہر کی طرح دوست کی نصرت و جانبازی کے وقت اپنی عمر نہیں دیکھتا۔ ایسے مثالی کردار ہی سرعت تولید اسلامی تعلیمات کا باعث بنتے ہیں کیونکہ ان کے کردار ہی چلتی پھرتی جامعات ہوتی ہیں۔

پڑوسی و محلے دار کا کردار

بحیثیت خواص پڑوسی و محلے دار کی ذمے داریاں میں سے سب سے اہم یہ ہے کہ اگر اس کے پڑوس یا محلے میں کوئی ایسا بچہ ہے جو دینی و دونیاوی تعلیمات سے دور ہے تو وہ اسکی تعلیم کا ذمہ لے ااور سرعت تولید تعلیمات اسلامی کا حصہ بنے جیسا کہ سب ہی جانتے ہیں کہ تعلیم ہر انسان چاہے وہ امیر ہو یا غریب، مرد ہو یا عورت اس کی بنیادی ضرورت میں سے ایک ہے یہ انسان کا حق ہے جو کوئی اسے نہیں چھین سکتا اگر دیکھا جائے تو انسان اور حیوان میں فرق تعلیم ہی کی بدولت ہیں تعلیم کسی بھی قوم یا معاشرے کے لئے ترقی کی ضامن ہے یہی تعلیم قوموں کی ترقی اور زوال کی وجہ بنتی ہے۔ دور گذشتہ میں تمام محلے دار و پڑوسی مل کر بچوں کی تربیت کرتے تھے کیونکہ تعلیم حاصل کرنے کا مطلب صرف سکول، کالج یونیورسٹی سے کوئی ڈگری لینا نہیں بلکہ اسکے ساتھ تمیز اور تہذیب سیکھنا بھی شامل ہے تاکہ انسان اپنی مذہبی و معاشرتی روایات اور قدار کا خیال رکھ سکے۔ تعلیم وہ زیور ہے جو انسان کا کردار سنوراتی ہے دنیا میں اگر ہر چیز دیکھی جائے تو وہ بانٹنے سے گھٹتی ہے مگر تعلیم ایک ایسی دولت ہے جو بانٹنے سے گھٹتی نہیں بلکہ بڑھ جاتی ہے اور انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ تعلیم کی وجہ سے دیا گیا ہے تعلیم حاصل کرنا ہر مذہب میں جائز ہے اسلام میں تعلیم حاصل کرنا فرض کیا گیا ہے۔ "ایک لوک کہانی مشہور ہے کہ ایک نوجوان کو اس کے خاندان نے پال پوس کر جوان کیا، ناز و نعم میں اس کی پرورش کی اور خوب کھلایا پلایا، لیکن فنون حرب کی تعلیم نہیں دی۔ اور اسے جوان ہونے کے بعد جن دشمنوں سے سابقہ پیش آنے والا تھا، ان کے مقابلہ کے لیے اسے تیار نہیں کیا۔ وہ جوان ہوا اور عملی زندگی میں داخل ہوا تو دشمنوں سے آمنا سامنا ہوا مگر وہ ان کا مقابلہ نہ کر سکا اور اسے شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ اس صورتحال میں اپنے خاندان اور قبیلہ کو کوستے ہوئے کہتا ہے کہ میرے خاندان اور قبیلہ والے ایک دوسرے کو گم پائیں، جب انہیں معلوم تھا کہ میرا دشمن ٹیڑھی گردن والا، متکبر اور رعونت والا ہے تو انہوں نے مجھے اس کے مقابلہ کے لیے تیار کیوں نہیں کیا؟ اور وہ ایک دوسرے کو گم پائیں، جب ان کے سامنے تھا کہ زمین میں ہر طرف سانپ اور بچھو بکھرے ہوئے ہیں تو انہوں نے مجھے ان سے بچاؤ کے طریقے کیوں نہیں سکھائے؟"[10]

اساتذہ کا کردار

بحیثیت خواص اساتذہ کی ذمے داریاں سب سے زیادہ ہیں اور بظاہر عوام الناس میں یہ ہی رائج ہے کہ درس و تدریس فقط استاد کا کام ہے جبکہ استاد وہ نہیں جو محض چار کتابیں پڑھا کر اور کچھ کلاسسز لے کر اپنے فرائض سے مبرا ہو جائے استاد علم کا سرچشمہ ہوتا ہے معاشرے میں جہاں ایک ماں کی آغوش کو بچے کی پہلی درس گاہ قرار دینے کے ساتھ ایک مثالی ماں کو ایک ہزار اساتذہ پر فوقیت دی گئی ہے وہیں ایک استاد کو اپنی ذات میں ساری کائنات کو بچے کے لئے ایک درس گاہ بنانے کی طاقت رکھنے کی وجہ سے روحانی والد کا درجہ دیا گیا ہے۔ لفظ ''معلم'' کہنے کو تو چار لفظوں کا مجموعہ ہے لیکن یہ اپنے اندر پورے معاشرے کی باگ دوڑ سنبھالے ہوئے ہے۔ اس ایک شخصیت میں معاشرے کی تنزلی و ترقی پنہاں ہے۔ یہ حیرت انگیز ایجادات اور نئی نئی دنیا میں آپ کو تبدیلیاں نظر آرہی ہیں یہ سب اس ایک شخصیت کے گرد گھومتی ہیں۔ معلم کی حیثیت ایک رہنما کی ہے۔، معلم کے کندھوں پر بہت بڑی ذمہ داری اللہ پاک نے رکھی ہے ''معلم'' کو جو مقام ہمارے مذہب دین اسلام میں دیا گیا ہے شاید ہی کسی اور مذہب میں وہ مقام اس کو دیا گیا ہو۔ جس مذہب کی ابتداء ہی لفظ اقراء سے ہو اس میں پڑھنے اور پڑھانے کی اہمیت سے انکار نہیں کیا

جا سکتا اللہ نے اس کائنات کے لوگوں کے لیے انبیاء مبعوث فرمائے جو انہیں حق کی اور ہدایت کی تعلیم دیتے تھے جو ان کو اچھے اور برے میں فرق کرنا سکھاتے تھے جو اس دنیا میں نت نئے چیلنجز کا کس طرح سامنا کرنا ہے اس کی تربیت فرماتے تھے۔ اسی علم کی بنا پر انسان کو وہ مقام ملا جو فرشتوں کو بھی نہ ملا۔ اب جب کہ استاد کو اتنے درجے مل گے تو اس کی بحیثیت خواص اساتذہ کی ذمے داریوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ سمجھے کہ کوئی بھی عمل تدریس اس وقت تک مفید اور موثر نہیں ہو سکتا جب تک اس کے پیچھے قومی تعمیر نو کا جذبہ نہ ہو۔ استاد کی ذمہ داری صرف اس حد تک نہیں کہ وہ درس گاہ میں آئے، پڑھائے اور بس۔ بلکہ اس کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ تدریس کے ذریعے معاشرے میں مسلمین پیدا کرے۔ تدریس کے لیے ضروری ہے کہ استاد کے اندر خود معاشرے کی تعمیر کا جذبہ ہو، معاشرے کی کمزوریوں اور تقاضوں اور ضروریات کا ادراک ہو۔ وہ انہی کی روشنی میں اہداف کا تعین کرے اور پھر اس کے مطابق اپنی تدریس کی طرف متوجہ ہو اور معاشرے میں سرعت تولید تعلیم کا حقیقی حق ادا کرے۔ اگر استاد عموماً کسی خاص رنگ میں رنگا ہوتا ہے تو وہ طلبہ کو بھی اس رنگ میں رنگتا ہے۔ اس کا مزاج اگر ادبی ہے تو ادبی رنگ چڑھاتا ہے۔ اس کا مزاج اگر کلامی ہے تو کلامی رنگ چڑھاتا ہے اس کا مزاج اگر فقہی ہے تو فقہی رنگ چڑھاتا ہے وغیرہ۔ گویا بچہ جامع رنگ اور قرآنی رنگ میں رنگنے کے بجائے ان رنگوں میں رنگ جاتا ہے۔ اس لئے استاد کے اندر وسعت نظری پیدا کرنا چاہئے اور تدریس قرآن کی تربیت دی جانی چاہئے۔

علمائے کرام کا کردار

بحیثیت خواص علماء کرام کی ذمے داریوں میں سب سے مہم عمل یہ ہے کہ مدارس کے علماء کو چاہیے کہ ہمیشہ اپنے اقوال، افعال، اعمال، عادات اور لباس میں حد جواز کے قریب رہنے کے بجائے مندوبات، مستحبات کے جانب بڑھیں۔ ایک استاد جس کو تعلیم و تربیت کی اتنی عظیم ذمیداری اٹھانے پر معمار قوم کا خطاب ملا ہے اس کے لیے شایاں نہیں کہ مستحسن امر ترک کر کے صرف جائز پر اکتفاء کرے۔ آج کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ دینی طلبہ کے قول و فعل میں تضاد نظر آتا ہے، کہتے کچھ اور ہیں اور کرتے کچھ اور۔ ہونا یہ چاہیے کہ وہ اپنی کہی ہوئی باتوں کو تمام لوگوں سے پہلے اپنی حیات میں نافذ کرتے تاکہ لوگوں پر اس کا مثبت اثر رونما ہوتا، لیکن ایسا بالکل نہیں ہے۔ سر دست دیکھا جائے تو چہار جانب یہ آواز سنائی دیتی ہے کہ دینی طلبہ بذات خود اسلامی تعلیمات اور ارشات نبوی سے پرے ہیں اور دوسروں کو نصیحت کر رہے ہیں۔ اور یہ بات متحقق نظر آتی ہے۔ کسی کو دینی و اسلامی احکامات، اخلاقی و انسانی آداب نیز شرعی اور عقدی مسائل کے روشناس کرنے سے پیشتر طلبہ کو بذات خود دینی آداب اور اسلامی احکامات سے آراستہ و پیراستہ ہونے، اخلاق نبوی اور اسلوب نبوی کو بروئے کار لانے، عقدی اور منہجی اصول پر عمل پیرا ہونے کی غایت درجہ ضرورت ہے، تاکہ ان کی رہنمائیاں اور ارشادات حقیقی طور سے لوگوں میں مقبول ہوں۔ اگر آئمہ علیم السلام و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کے اوراق کو کھنگالیں تو یہ معلوم ہو گا کہ وہ دین اسلام کی خاطر مر مٹنے والے نبی کریم ﷺ سے سیکھے ہوئے تعلیمات وارشادات، از بر کیے ہوئے فقہی مسائل پر اول خود عمل درآمد کرتے تھے، بعد ازاں ان کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے لیے کوشاں نظر آتے تھے یعنی سرعت تولید اسلامی تعلیمات کا نارکنے والا سمندر تھے جنہوں نے اس دور میں جب ذرائع ابلاغ سست ترین تھا تولید اسلامی تعلیمات کو سرعت کی انتہا بخشی۔ بحیثیت خواص علماء کرام کی ذمے داریاں اور لوگوں سے زیادہ سخت واہم ہیں کیونکہ آپ نے علم دین حاصل کیا ہے جو سراسر خیر کا علم ہے اور خیر کے علوم حاصل کر کے آپ عالم دین بنے ہیں۔ لیکن سوسائٹی میں اپنا کردار صحیح طور پر ادا کرنے کے لیے صرف خیر کا علم کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ شر کا علم بھی ضروری ہے۔ کیونکہ جب تک شر کا علم نہیں ہو گا اور اس سے واقفیت نہیں ہو گی آپ اس سے لوگوں کو روکنے کا فریضہ صحیح طور پر سرانجام نہیں دے سکیں گے۔ جبکہ شر کے علم کے بغیر خیر کی پہچان بھی پورے طور پر نہیں ہو سکتی

کہ چیزیں اپنی ضد کے ساتھ پہچانی جاتی ہیں۔ آپ کی ذمہ داری صرف خیر کو سوسائٹی میں عام کرنا نہیں ہے بلکہ شر کی روک تھام بھی آپ کے فرائض میں ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مطلب یہی ہے، اس لیے جب آپ شر سے آگاہ نہیں ہوں گے، اس کے اسباب کا آپ کو علم نہیں ہوگا، اس کے مراکز اور سرچشموں سے واقفیت نہیں ہوگی اور اس کے طریق واردات سے باخبر نہیں ہوں گے، اس وقت تک اس کی روک تھام اور سوسائٹی کو اس کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے کچھ نہیں کر سکیں گے۔ آج ہماری کمزوریوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ہم شر کے اسباب، مراکز، سرچشموں اور طریق کار سے بے خبر ہوتے ہیں اور محض جذباتی اور سطحی طور پر اس کی مخالفت کرتے رہتے ہیں، جو اکثر ناکام رہتی ہے اور شر اپنا کام کر گزرتا ہے۔ علماء کرام اور خاص طور پر دینی مدارس کے اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ دشمنوں سے آگاہی حاصل کریں، ان کے طریقہ ہائے واردات کو سمجھیں، ان کے سرچشموں اور مراکز سے واقف ہوں اور ان کی قوت کار کا ادراک حاصل کریں۔ پھر ان کے مقابلہ کے لیے خود بھی تیاری کریں اور سرعت تولید اسلامی تعلیمات کی جان و روح بن کر اپنے طلبہ و طالبات کو بھی تیار کریں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے شاگرد کل عملی زندگی میں اپنے مدمقابل لوگوں کا سامنا نہ کر پائیں اور دین کے دشمنوں کے سامنے جم کر کھڑے نہ ہو سکیں۔ بحیثیت خواص علماء کرام نے جو سب سے بہترین کام کیا ہے وہ ہے جدید ٹیکنالوجی سے شناسائی جس کی مدد سے انہوں نے سرعت تولید تعلیمات اسلامی میں کمال کیا ہے آج کل ٹیکنالوجی کے دور میں ہمارے علماء اکرام نے میڈیا کے ذریعے ہم تک دینی تعلیم و علم اس قدر تیزی سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات پہنچائی ہیں کہ جن کو خاص طور پر آج کے زمانے میں بھی جو تعلیم و علم سے محروم رہ رہے ہیں خاص طور پر وہ عورتیں جو باہر تعلیم حاصل کرنے کے لئے نہیں نکل سکتیں ان کے لئے بھی گھر بیٹھے ہمارے علماء اکرام نے تعلیم حاصل کرنے کا بہترین طریقہ کار کیا ہے۔

طلبہ کا کردار

بحیثیت خواص طلبہ کی ذمے داریوں میں لازم ہے کہ وہ اپنا محاسبہ ضرور کریں کہ دن اور رات میں کس حد تک اپنا وقت غور و فکر اور مطالعے میں صرف کرتے ہیں اور اس کے لئے وقت مخصوص کرتے ہیں؟ اور یا پھر ایک مہینے میں کتنی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں اور اپنے علم میں اضافہ کرتے ہیں؟۔ غور و فکر انسان کا سب سے مقدس اور عظیم ترین سرمایہ ہے اور انسان کی اہم ترین خصوصیات میں سے ہے کہ جو انسان کو دیگر مخلوقات سے ممتاز بنا دیتی ہے۔ انسان ایک عاقل اور فکر کرنے والی مخلوق ہے جو مختلف مسائل کے بارے میں غور و فکر کرنے کی قدرت و صلاحیت رکھتی ہے۔ درحقیقت انسان کا رشد و کمال اس کے فکری بلوغ اور توانائی سے وابستہ ہے بلاشبہ غور و فکر اور علم و آگہی میں وسعت، انسان کے طرز زندگی پر اہم اثرات مرتب کر سکتی ہے۔ فرزند رسول خدا حضرت امام صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں "نجات اور سلامتی ہمیشہ غور و فکر کرنے میں ہے"۔ **کیونکہ** بحیثیت خواص طلبہ کی ذمے داریوں میں محاسبہ سے ہماری مراد وہ ذمہ داریاں اور فرائض ہیں کہ جن پر ایک طالب علم اس بات پر توجہ کئے بغیر کہ وہ ایک خاندان یا معاشرے میں زندگی گزار رہا ہے، انہیں انجام دیتا ہے۔ مثلاً علم سیکھنا، عبادت کرنا، حفظان صحت کے اصولوں کی انفرادی طور پر رعایت اور صحیح و سالم کھانوں اور غذاؤں کا استعمال، کھیل، تفریح، لباس کی نوعیت اور آراستگی، کسی معین پیشے یا کام سے وابستگی وغیرہ وہ جملہ موارد ہیں جنہیں انسان کی انفرادی زندگی سے مربوط قرار دیا جاتا ہے۔ جبکہ طالب علم جس کو انفرادی مرحلے کا حصہ سمجھ کر گزر رہا ہوتا ہے اسی وقت ہی تو وہ معاشرے کے لئے اپنا آپ وقف کر رہا ہوتا ہے سرعت تولید تعلیمات اسلامی میں بحیثیت خواص طلبہ کی ذمے داریاں صرف انفرادی حد تک محدود نہیں ہونی چاہیئں بلکہ ملک و ملت کے لئے وقف ہونی چاہیئں کیونکہ طلبہ ہی تو مستقبل کے معمار ہیں اور جب تک معمار ماہر نا ہوں کچھ بھی بہتر تعمیر نہیں ہو سکتا۔

سیاسی و سماجی شخصیات کا کردار

بحیثیت خواص سیاسی و سماجی شخصیات کی ذمے داریاں الگ اور امتحانی نوعیت کی ہوتی ہیں کیونکہ ایسے عناصر بھی ملک میں موجود ہیں جو اپنی سرداری، چوہدراہٹ، جاگیرداری کو استعمال کرتے ہوئے اپنے مفادات کی وجہ سے اپنے اثرورسوخ والے علاقوں میں بچوں کی تعلیم میں روکاوٹ بنے ہوئے ہیں جسکی وجہ سے اکثر بچے تعلیم حاصل کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں اوران کا مستقبل سیاہ رہ جاتا ہے اوراسی وجہ سے ہمارا نوجوان طبقہ تعلیم کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتا ہے مغرب کی ترقی کا راز صرف تعلیم کو اہمیت دنیا اور تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا ہے اوراسی تعلیم کے بل پر انہوں نے فتح کیا ہے مغرب کی کامیابی اور مشرق کے زوال کی وجہ بھی تعلیم کا نہ ہونا ہے دنیا کے وہ ملک جن کی معیشت تباہ ہوچکی ہے جو دنیا کی بڑی طاقتوں پر انحصار کرتے ہیں ان کا دفاعی بجٹ تو اربوں روپے کا ہے مگر تعلیمی بجٹ نہ ہونے کے برابر ہے، اگر کوئی بھی ملک چاہتا ہے کہ وہ ترقی کرے تو ان کو چاہیے کہ وہ اپنی تعلیمی اداروں کو مضبوط کریں آج تک جن قوموں نے ترقی کی ہے وہ صرف علم کی بدولت کی ہے علم کی اہمیت سے صرف نظر کرنا ممکن نہیں۔ زمانہ قدیم سے دور حاضر تک ہر متمدن و مہذب معاشرہ علم کی اہمیت سے واقف جو تعلیم کی مشقت ایک گھڑی برداشت نہیں کرتا وہ ساری زندگی جہالت کی ذلت کے جام نوش کرتا رہے گا۔ بحیثیت خواص سیاسی و سماجی شخصیات کی ذمے داری یہ ہے کہ جو تعلیم کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والے لوگ ہیں انکی راہ میں رکاوٹ بنیں اور سرعت تولید اسلامی تعلیم کا سب سے مضبوط مورچہ بنیں کیونکہ طلباء کو صرف یہ سکھانا کفایت نہیں کرتا کہ جھوٹ، چغلی، حسد، کینہ، بغض حرام ہے۔ بلکہ ان صفات کا ان کی زندگیوں سے خاتمہ کرنا اصل تعلیم ہے تاکہ مستقبل میں بہترین سیاسی و سماجی شخصیات سرعت تولید اسلامی تعلیمات کے عملی پیکر ہمارے معاشرے کا حصہ ہوں کیونکہ علم سے بہرہ ور لوگوں کی کسی بھی معاشرے میں پہلی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے علم کو خود اپنی ذات تک محدود نہ رکھیں بلکہ اپنے ارد گرد حالات اور ماحول پر نظر رکھتے ہوئے ان لوگوں کو بھی علم و دانش میں اپنے ساتھ شریک کرنے کی کوشش کریں جو اس نعمت سے محروم ہیں۔ علم کسی بھی نوعیت کا ہو اور دانش کا کوئی بھی میدان ہو اسے معاشرہ میں عام کرنا اور معاشرے کے دوسرے لوگوں کو اس میں شریک کرنا صرف اہل علم کی اہل علم کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ خاص طور پر بحیثیت خواص سیاسی و سماجی شخصیات کی ذمہ داری زیادہ ہے، اس لیے کہ علماء کے علم کے ساتھ لوگوں کی ہدایت اور دین کی فلاح وابستہ ہے اور بحیثیت خواص سیاسی و سماجی شخصیات دین و دنیا دونوں کی فلاح کا باعث بن سکتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے معاشرہ کو پاکیزہ بنانے کی ذمہ داریوں کو نبھانے کے طریقے بھی بیان فرمائے۔ ارشاد فرمایا کہ: "تم میں جو شخص کوئی برائی کو ہوتا ہوئے دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے تبدیل کردے (روک دے)، اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں تو زبان سے اس کو بدل دے (روک دے)، اور اگر زبان سے کہنے کی بھی طاقت نہیں ہے تو اپنے دل میں اس کام کو بُرا سمجھے۔ یہ ایمان کا بہت ضعیف اور کمزور درجہ ہے۔"[11] نبی کریم ﷺ کے مذکورہ ارشاد میں معاشرہ کو پاکیزہ بنانے اور برائیوں و منکرات سے صاف کرنے کی ایک اہم تعلیم دی گئی اور اس کے ساتھ اس کام کو انجام دینے کا طریقہ بھی بتایا ہے۔ جب تک انسان برائیوں پر روک تھام نہیں لگائے گا اور منکرات سے باز رکھنے کی فکر و کوشش نہیں کرے گا تب تک کسی بھی معاشرہ کا پاکیزہ بننا مشکل ہے۔

تعلیمی ادارے اوران سے وابستہ عہدیداران کا کردار

بحیثیت خواص تعلیمی ادارے اوران سے وابستہ عہدیداران کی ذمے داریاں سرعت تولید تعلیمات اسلامی کے سلسلے میں روح و جسم جیسا رشتہ رکھتی ہیں کیونکہ ایک استاد کا تہذیب کو بنانے اور اسے سلیقہ سکھانے میں کلیدی کردار ہوتا ہے۔ ماں باپ کی کوکھ کے بعد بچہ جس تربیتی مکتب کا رخ کرتا ہے وہ تعلیمی ادارے ہیں۔ جہاں موجود استاد اس کی صحیح نہج پر تربیت کرتے ہیں۔ مگر

افسوس صد افسوس کہ اس وقت اگر تعلیمی اداروں پر طائرانہ نظر ڈالی جائے تو دنیاوی اداروں میں بالعموم اور دینی اداروں میں بالخصوص تعلیم تو موجود ہے مگر تربیت کا انتہائی فقدان ہے۔ جبکہ اس کے برعکس شر کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ کارٹون سیریز ،ڈرامے اور فلمیں منفی ذہن سازی کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جا رہی ہیں۔ جن میں محض شدت پسندی، دھوکہ دہی، خرافات، فحاشی کا درس دیا جاتا ہے۔ جو فرد کو مہذب نہیں مجرم نمایاں کرتے ہیں۔ ڈاکٹر خالد جریسی اپنی کتاب (الفن الواقع والمأمول) میں لکھتے ہیں کہ "تحقیقات اور مختلف سروے یہ بتاتے ہیں کہ ۹۰ فیصد بچے جو جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں اس کا سبب تشدد والی فلمیں ہیں"۔ ایسی صورت حال میں بجائے اس کے کہ اہل خیر اور ان کے ادارے اس سیل رواں کے سامنے بند باندھیں وہ معاشرے کی ضروریات کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ اداروں میں محض تعلیم پر زور ہے تربیت کا فقدان ہے۔ مگر یہ بات واضح رہے کہ منہج چاہے کتنا بھی معیاری اور اعلیٰ قسم کا ہو جب تک ایک بہترین معلم جو استاد ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مربی بھی ہو نہیں ہوتا اس وقت تک اس تعلیم میں کوئی روح نہیں ہوتی۔ پھر دوسرا سنگین مسئلہ ہم مذہب اور سائنس کو ایک دوسرے سے جدا کر کے بہت بڑی غلطی کر رہے ہیں۔ مذہب انسان کے اندر پاکیزہ جذبہ اور ایک احساسِ ذمے داری پیدا کرتا ہے جو طالب علم کو حصولِ علم ایک مذہبی فریضہ کی حیثیت سے ادا کرنے کی طرف مائل کرتا ہے، جبکہ بیشتر طلبہ کا نظریہ، یہ ہے کہ علوم دولت کمانے کے لیے حاصل کیے جائیں۔ اُن کے ذہن میں یہ بات بٹھادی جاتی ہے کہ تعلیم کا مقصد حصولِ روزگار کے سوا اور کچھ نہیں اور وہ بچارے مشین کی طرح کام میں مصروف رہتے ہیں۔ ہمارے بڑے بڑے تعلیمی ادارے طلبہ کو چار دیواری کے اندر انسان کے بجائے مشین بنارہے ہیں۔ ہمیں فیصلہ کرنا ہوگا کہ اپنی قوم کو مشین بنانا ہے یا عمدہ انسان۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری نئی نسل کے اندر قومی خدمت کا جذبہ مفقود ہے اور ہمارے بہترین اذہان غیروں کی خدمت میں مصروف ہیں۔ المیہ تو یہ ہے کہ تعلیمی ادارے انسان سازی کے کارِ حمیدہ سے آج عاری نظر آرہے ہیں۔ بحیثیت خواص تعلیمی ادارے اور ان سے وابستہ عہدیداران کی ان حالات میں ذمہ داری اور بڑھ جاتی ہے کہ وہ طریق تعلیم اور نظام تعلیم میں تبدیلی کی سعی و کوشش کریں۔ تعلیمی ادارہ جات میں دانشوری سے تدریس انجام دیں۔ اپنے عمل و کردار سے تعلیمی اداروں کی انتظامیہ کو مثبت تعلیمی نظام کی طرف راغب کریں۔ ہنر مندی کے ساتھ دیانت داری اور امانت پسندی کا ایک اعلیٰ نمونہ قائم کریں۔ تعلیمی ادارہ جات سے دھوکے باز سیاست دانوں کے بجائے باکردار و امانت دار سیاست دان پیدا کریں۔ ایسے ڈاکٹر تیار کریں جو لوگوں کے علاج کو صرف اپنا ذریعہ معاش نہ بنائیں بلکہ اس خدمت کو عبادت کے درجہ تک پہنچا دیں۔ اساتذہ اپنے شاگردوں کی اس طرح تربیت کریں کہ وہ اپنے پیشوں میں مہارت پیدا کرنے کے ساتھ انسان بھی باقی رہیں۔ اساتذہ تعلیمی ادارہ جات اور نصاب تعلیم کو بلند مقصد حیات اور فکر سازی کے رجحان سے آراستہ کریں۔ نوجوان نسل کی کوتاہیاں اپنی جگہ، والدین کا تغافل، نصاب تعلیم اور تعلیمی اداروں کی خامیاں بھی اپنی جگہ مگر کار پیغمبری سے وابستہ ہونے کی وجہ سے اور قوم و ملت کے ایک ذمہ دار منصب پر فائز ہونے کی بناء پر بحیثیت خواص تعلیمی ادارے اور ان سے وابستہ عہدیداران اس بحران کا جائزہ لیں اور خود اپنی کمیوں اور کوتاہیوں کا تعین کریں کیونکہ سرعت تولید تعلیمات دینی و دنیاوی میں یہ مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ بحیثیت خواص سرعت تولید تعلیم اداروں اور عہدیداران کی یہ ذمے داری ہے کہ جس ماحول میں آپ جائیں اور جن لوگوں میں بیٹھ کر آپ نے درس و تدریس کا عمل کرنا ہے ان کی زبان کو سمجھیں، ان کی ذہنی سطح اور نفسیات سے واقفیت حاصل کریں، اور ان کے اسلوب اور ذوق سے آگاہ ہو کر اس کے مطابق کے لئے تعلیمی نظام مرتب کریں یہ درس و تدریس کا بنیادی اصول ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں اپنے اولین مخاطبین یعنی مشرکین عرب کے طرز گفتگو کو اپنایا ہے، ان کی زبان میں بات کی ہے، ان کے محاوروں اور ضرب الامثال کو اختیار کیا ہے، اور ان کی نفسیات اور ذہنی سطح کے مطابق کلام کیا ہے۔ گفتگو اور خطاب، درس و تدریس کا پہلا

اصول یہی ہے کہ متکلم اپنی زبان اور اسلوب میں نہیں بلکہ مخاطب کی زبان اور اسلوب میں سکھائے، پڑھائے اور گفتگو کرے ورنہ تمام تدریسی عمل بے اثر و بے فائدہ ہو گا۔

خلاصہ کلام

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ دنیا کا کوئی بھی نظام تعلیم کے بغیر نا مکمل ہے، کوئی قوم تعلیم کے بغیر عزت حاصل نہیں کر سکتی، علم روشنی ہے، جہالت اندھیرا ہے۔ علم ہی وہ ذریعہ ہے جس سے انسان کے ذریعہ انسان کو عرفان الٰہی جیسی نعمت حاصل ہو سکتی ہے۔ لہذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے بچوں کو اسلامی تعلیمات سے ضرور آراستہ کریں۔ علم کی وجہ سے زندگی میں خدا پرستی، عبادت، محبت، خلوص، ایثار، خدمت خلق، وفاداری اور ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اس مضمون میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ علم کی تخلیق اور ترویج و اشاعت میں معاشرے کے ہر طبقے کے نمایاں لوگوں یا خواص کی بڑی اہم ذمہ داریاں ہیں۔ اگر یہ سب لوگ مل کر علم کے تخلیق اور اشاعت کے لیے کوشش کریں تو معاشرے میں علمی انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔

تجاویز

اسلامی معاشرہ میں سرعت تولید علم کے سلسلے میں خواص کی ذمہ داری ایک ایسا اہم ترین موضوع ہے جس کو اپنانا بہت ضروری ہے اور اس کو اپنانے کے لئے چند تجاویز پیش خدمت ہیں: 1۔ جن لوگوں سے آپ نے مخاطب ہونا ہے اور جن کی تعلیم و اصلاح کے لئے آپ محنت کرنا چاہتے ہیں ان کی زبان، اسلوب، ذہنی سطح، اور نفسیات سے واقفیت حاصل کریں اور اس کے مطابق ان میں کام کریں، ورنہ آپ کی محنت کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ 2۔ یہ بات صحیح ہے کہ دینی طلبہ کو گندی سیاست سے دور رہنا چاہیے تاہم ملکی اور بین الاقوامی واقعات وحادثات کے مطالعے سے دلچسپی ضروری ہے، تاکہ دنیا میں انجام پا رہے سیاہ کارناموں اور مسلمانوں کے خلاف ہو رہی دسیسہ کاریوں اور ریشہ دوانیوں سے سبق حاصل کیا جاسکے۔ 3۔ اسلامی ملک میں اسلامی قانون کے تحت وہ قانون بنائے جائیں جس سے تعلیم و علم سب تک با آسانی پہنچایا جاسکے۔ 4۔ اگر ملک کے اندر کوئی تعلیم کے اخراجات نہیں اٹھا پا رہا تو حکومت کو انکے اخراجات پورے کرنے چاہیں پھر کوئی غریب تعلیم کے زیور سے محروم نہیں رہ پائے گا اور اس طرح سرعت تعلیم عمل پزیر ہو جائے گی۔ 5۔ سرعت تولید تعلیم کے حوالے سے ہر ایک فرد خود کو خواص شمار کرتے ہوئے ان ذمہ داریوں کو اپنائے۔ 6۔ ہمیں چاہیے کہ جدید وسائنسی تعلیم کو بھی اسلام و مسلم سائنس دانوں کے تناظر میں سیکھیں اور اس کا صحیح استعمال کریں اور اگر ایسا ممکن ہوا تو وہ دن دور نہیں کہ ہم دنیا کے ان ملکوں میں شمار ہونا شروع ہو جائے گا جو جدید علوم سے آگاہی رکھتے ہیں۔ 7۔ تعلیمات قرآن سے متعلق آیات کا انتخاب پڑھایا جائے بالخصوص ایمانیات (توحید، رسالت، آخرت، جنت و جہنم) عبادات و معاملات وغیرہ مباحث پر مشتمل آیات کی تعلیم فطری انداز میں دی جائے۔ 8۔ علوم قرآن کی بنیادی معلومات بہم پہنچائی جائے۔ اصول و کلیات اور مثالوں تک محدود رہا جائے۔ جزئیات اور اختلافات سے گریز کیا جائے۔ 9۔ قرآن کی تعلیم ہدایت کے نقطہ نظر سے ہو اور حالات پر تطبیق کا پہلو لامحالہ شامل رہے۔ قرآن سیرت ساز اور انقلاب انگیز کتاب ہے اس میں قوموں کے عروج و زوال کے اصول و رموز بتائے گئے ہیں جن سے واقفیت اور آج کے حالات میں رہنمائی کا حصول ضروری ہے۔ 10۔ قرآن کی تعلیم کے سلسلے میں جو توجہ ناظرہ اور حفظ پر دی جاتی ہے۔ اتنی ہی توجہ فہم اور تعلیمات سے آگاہی وہدایت کے حصول پر بھی دی جانی چاہیے۔ فہم قرآن کی راست کوشش کو خطرناک قرار دے کر محروم کرنا اچھا نہیں۔ جہالت کی صورت میں شدید گمراہی کا اندیشہ ہے جبکہ غور و فکر کی صورت میں اگر احتیاط ملحوظ رکھی جائے تو خطرات مسدود ہو جاتے ہیں اور افادیت دوچند ہو جاتی ہے۔

References

[1] Al Quran: 103/3
[2] Abd al-Rehman Ahmed Ibn Shoaib al-Nasā'ī, *Sunan al-Nasā'ī* (Karachi: Qadeemī Kutub Khāna Arāmbagh, 2004), 72.
[3] al-Nasā'ī, *Sunan al-Nasā'ī*,72.
[4] Al-Quran:11:28.
[5]Ibn Abd al-Barr, *Al-'Ilm wa al-'Ulāmā'*, trans. Abdul Razzāq Malihabādī (Delhi: Nadwatul Musannifeen, 1974), 112.
[6] Al Quran11:13.
[7] Al Quran110:3.
[8] Abū 'Isā Muhammad Ibn 'Isā Tirmadhī, *Sunan al-Tirmidhī* (Lahore: Maktab Bait ul Islam, 2017), 2095.
[9]Abu Abdullah Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, *Sahīh al-Bukhārī* (Hind: Makazī Jamiat Ahl-e-Hadees,2004),1:71.
[10]Muhammad Hifz-ur-Rehman Seohārwī, Qasas al-Quran (Karachi: Dar-ul-Ishāt Urdu Bazar, 2002),18.
[11]Abdul Aziz Alvi, *Tuhfat-ul-Muslim: Sharh Sahih Muslim* (Lahore: Nomani Kutub Khana, 2017),1:73.